© rasailojaraid.com

نے انبیاء کی دعوتِ توحید و رسالت کو بے ضرر اصلاحی اور اخلاقی تعلیمات سمجھ کر نہ صرف یہ کہ اس کی سرپرستی نہیں کی بلکہ اس دعوت کے مضمرات سے ادنیٰ چشم پوشی بھی گوارا نہ کی۔ اس کے برعکس اپنے تمام مادی وسائل سے ان حضرات کی دعوت کو ناکام بنانے کی کوشش کی۔ فرعون نے تو موسیٰ علیہ السّلام کی دعوت سُن کر ساری قلمرو میں خطرے کی گھنٹی بجا دی کہ یہ شخص ہمارا اقتدار چھیننا چاہتا ہے۔ لیکن افسوس کہ فاضل پروفیسر صاحب انبیاء کی دعوت کے ان مضمرات کا ادراک نہیں کر سکے۔

آج جب کہ ہر گروہ اپنے مخصوص نظریات کی ترویج و تنفیذ کے لیے سیاسی قوت و اقتدار کا حصول ضروری سمجھتا ہے۔ اور اشتراکی، سرمایہ پرست، جمہوریت پسند اور بے دین قوتیں اقتدار کو حاصل کرنے کی غرض سے سرگرمِ عمل ہیں، مسلمانوں کو افیون کے یہ ٹیکے لگائے جا رہے ہیں کہ وہ اس کشمکشِ حیات سے بے تعلق رہیں۔ اور ایک غلام بے دام کی طرح ہر بے خدا اشتراکی اور ہر خدا بیزار سرمایہ پرست اور جمہوریت نواز کی چاکری پر کمربستہ ہو جائیں۔ دیکھیے پیرایۂ وعظ کتنا مؤثر ہے " بھارت، سری لنکا، روس، برما، تھائی لینڈ، فلپائن اور افریقہ کے بہت سے ممالک میں مسلمان کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ اگر انہوں نے کوئی اسلامی ریاست قائم کرنے کی کوشش کی تو ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے گا" (ص۳)۔

اسلام ایک "کیشِ مرداں" ہے لیکن پروفیسر صاحب نے اس کو "مذہبِ گوسفنداں" بنا کر پیش کیا ہے۔ اسلام شہادت گہِ اُلفت ہے۔ اور گامِ اوّلین پر سر کا نذرانہ پیش کرنا پڑتا ہے۔ یہ وادیٔ عشق ہے اور یہاں آبلہ پائی کا مرحلہ ناگزیر ہے۔ اگر آبلہ پائی کا یارا نہیں تو کس حکیم نے کہا ہے کہ وادیٔ عشق میں قدم رکھا جائے۔

ہماری رائے میں مؤلف نے یہ کتاب تالیف فرما کر خدا داد صلاحیتوں اور قوتوں کا صحیح مصرف تلاش نہیں کیا اور اس کتاب کی اشاعت پر جو زرِ کثیر صرف ہوا ہے اسے ضیاعِ محض کے نام ہی سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔

زمزمۂ دل (نعت و منقبت)

نتیجۂ فکر: حکیم سرو سہارنپوری

شائع کردہ: مکتبہ نمود منزل - جی ۲۰۵ غازی صلاح الدین ایوبی روڈ - راولپنڈی۔

ضخامت: ۱۱۰ صفحات قیمت: ۶/- روپے

پانچ قصائد اور بارہ نعتیہ غزلوں کا یہ مجموعہ حکیم سرو سہارنپوری کے خلوص اور قدرتِ کلام کا ایک قابلِ قدر نمونہ ہے۔ قصیدہ کی پٹی ہوئی صنفِ سخن کو انہوں نے سوچ سمجھ کر اختیار کیا ہے اور اسے نبھانے کی حتی المقدور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوشش کی ہے۔ قصیدہ گویوں کی روایتی بے اعتدالیوں سے ان کا کلام پاک ہے۔ قصیدہ "رحمۃ اللعالمینؐ" سے پہلے مشہور نعتیہ قطعہ "بلغ العلیٰ بکمالہ۔ کشف الدجیٰ بجمالہ" کا منظوم اردو ترجمہ سرو صاحب کی مہارتِ فن کی دلیل ہے۔

سرو صاحب کے کلام کی ایک نمایاں خوبی سلاستِ زبان و روانیٔ بیان ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے قصیدہ کی روایتی ہیئت کا پورا پورا اہتمام کیا ہے۔ تشبیبوں میں گریز کے مقامات سے بڑی خوبصورتی سے گزرے ہیں۔ ملاحظہ ہو ؎

منہ ڈھانپے ہوئے جاتی ہے تاروں کی ادا سے　　دیکھے تو کوئی رات کا اُترا ہوا چہرہ

(رحمۃ اللعالمینؐ)

گلشن میں کوئی سرو قد آنے کو ہے اے دل　　شمشاد و صنوبر ہیں پئے تعظیم ہوئے خم

(صدیق اکبرؓ)

خود حُسنِ ازل آئینہ بردار ہوا ہے　　بے پردہ ہوا کس کا رُخِ آئینہ سیما

(فاروق اعظمؓ)

آخر کوئی باعث تو ہے پھولوں کی حیا کا　　شاید کہ لبِ سرو پہ ہے مدحتِ عثمان

(عثمان غنیؓ)

ص۵۳ پر اس شعر میں "ازل سے" کے بجائے "ابد تک" ہونا چاہیے تھا ؎

آئینۂ قسمت میں ازل سے ترے سر ہے　　قرآن کی نگہداشت، تراویح کا سہرا

ص۹۳ پر "بہتا ہے سمندر" کا ٹکڑا خلافِ عادت ہے۔ سمندر بہتا نہیں ہے، اُمنڈتا ہے، موجزن یا متلاطم ہوتا ہے۔ ص۹۶ پر ایک مصرع ہے ؏ حدِ حیات میں ہے شورِ کن فکان تجھ سے"۔ یہاں "حد" کے دال کو مشدد ہونا تھا اور مصرع یوں موزوں ہو سکتا تھا ؏

جہانِ زیست میں ہے شورِ کن فکاں تجھ سے

"زمزمۂ دل" نعت و منقبت کے مجموعوں میں انشاء اللہ امتیازی مقام حاصل کرے گا۔ دیدہ زیب اور معنی خیز گرد پوش کے ساتھ کتاب کی عمدہ طباعت اس کے معنوی حُسن کو دوبالا کرتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(بقیہ اشارات) استعمال میں لاتا ہے گویا کہ وہ خدا کے حضور میں کھڑا ایک ایک پائی کا حساب چکا رہا ہے۔ اس کا سر تاج سے مزین ہونے کے بعد غرور سے اونچا نہیں ہوتا بلکہ خدا کی بارگاہ میں جھکتا ہے۔ پھر تختِ اقتدار پر متمکن ہونے کے بعد اس کی شان و شوکت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے اندر اپنی عظیم ذمہ داریوں کا احساس بڑھ جانے کی وجہ سے فروتنی پیدا ہوتی ہے کہ نہ معلوم آخرت میں اس سے کس طرح کی باز پرس ہونے والی ہے۔

ایک مسلمان "شاہی میں فقیری" کی غیر معمولی قدر و قیمت کو اچھی طرح جاننے کے باوجود عملی اعتبار سے دوسرے مسلک یعنی "فقیری میں بھی شاہی" کو محض اس بنا پر اختیار کرنا پسند کرتا ہے کہ وہ پہلے مسلک کے مقابلے میں کہیں زیادہ سہل اور آسان ہے۔ وہ اپنے دل کو اس طرح سمجھاتا ہے کہ اس کے لیے تو اپنی ذاتی ذمہ داریاں ناقابلِ برداشت بوجھ بنی ہوئی ہیں وہ اجتماعی ذمہ داریوں سے کس طرح عہدہ بر آ ہو سکتا ہے؟ بسا اوقات وہ اس بات کا بڑے شد و مد سے پرچار بھی کرتا ہے اور سیاست، جو اجتماعی ذمہ داریوں سے متعلق حیاتِ انسانی کا ایک نہایت اہم شعبہ ہے، کو ناپاک کھیل گردان کر بڑے متغرورانہ انداز میں اس سے دامن کش رہنے کا وعظ سناتا ہے۔

ممکن ہے ماضی میں جب اجتماعی زندگی کا دائرہ بہت ہی محدود تھا، کوئی مردِ درویش اس ناپاک کھیل سے یکسر الگ رہ کر اپنی روح کو پاکیزہ رکھنے میں کامیاب ہوا ہو، مگر دورِ جدید میں جو لوگ اس طرح کی باتیں کر کے اپنے غلط طرزِ عمل کو روحانی اور اخلاقی اعتبار سے برتر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ یا تو فریبِ نفس کا شکار ہیں یا غرورِ نفس کے مہلک مرض میں مبتلا ہیں یا وہ عہدِ حاضر کی اجتماعی جکڑ بندیوں کے جابرانہ مزاج اور ان کی نوعیتوں سے یکسر ناواقف ہیں۔ یہ لوگ سیاست کو تو ناپاک کھیل کہہ کر عوام کو اس سے الگ رہنے کا مشورہ دیتے ہیں لیکن وہ اجتماعی زندگی کی اُن سرگرمیوں سے جو اس کھیل سے زیادہ ناپاک اور ایمان سوز ہیں کیوں الگ نہیں رہتے۔ دَورِ حاضر کا کونسا تاجر ایسا ہے جو اس بات سے ناواقف ہے کہ ملکی معیشت میں سود اس طرح گردش کرتا ہے جس طرح انسانی جسم کے اندر خون۔ پھر حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برائی کی جن شدید الفاظ میں مذمت کی ہے وہ بھی سب پر عیاں ہے۔ لیکن ان حقائق کو جاننے کے باوجود آج تک کسی خدا ترس تاجر کو یہ توفیق نصیب نہیں ہوئی کہ محض اس بنا پر اپنے کاروبار کی بساط لپیٹ

© rasailojaraid.com